پرچہ I: (انشائیہ طرز)	انٹر (پارٹ-I)	اردو (لازمی)
کل نمبر: 80	2017ء (پہلا گروپ)	وقت: 2.40 گھنٹے

(حصہ اوّل)

سوال: 2-(الف) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے: (8,1,1)

لاکھ پردوں میں ہے تُو بے پردہ — سو نشانوں پہ بے نشاں تُو ہے
تُو ہے خلوت میں، تُو ہے جلوت میں — کہیں پنہاں، کہیں عیاں تُو ہے

جواب: حوالہ متن:

نظم کا عنوان: حمد شاعر کا نام: امیر مینائی

تشریح:

حمد کے اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے اللہ پاک! تُو اپنی غیر معمولی قدرت کے سبب کائنات میں پوری طرح عیاں ہے، اور لاکھ پردوں میں ہونے کے باوجود فطرت کا ایک ایک عنصر تیرے ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔ تیرا جلوہ ہر جگہ ہے۔ یہ چاند، یہ سورج، یہ دن رات کا بدلنا، یہ موسموں کا تغیر اور انسانی تدبیروں کی ناکامی سب تیری قدرت، حکمت اور غلبے کی نشانیاں ہیں۔ یہ جو کائنات کا نظام خوش اسلوبی سے چل رہا ہے یہ بھی تیرے وجود کی دلیل ہے، لیکن اتنی نشانیوں کے باوجود بھی ایک لحاظ سے تو بے نشان ہے یعنی ہم تجھے کسی ٹھوس وجود میں دیکھنے سے قاصر ہیں۔

مظاہرِ قدرت، باری تعالیٰ کے وجود پر گواہ ہیں، مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو کھلی آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا، اس لیے ساری علامتیں، مظاہر اور دلائل کے باوجود شاعر اسے "بے نشاں" کہہ رہا ہے۔
یہی بات ظفر علی خاں نے بھی کہی ہے:

دلوں کو معرفت کے نور سے تُو نے کیا روشن
دکھایا بے نشاں ہو کر ہمیں اپنا نشاں تُو نے

دوسرے شعر میں شاعر امیر مینائی اللہ تعالیٰ کی خوبی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے اللہ! دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں تیری ذات موجود نہ ہو؛ خلوت وجلوت میں تو ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔ تیری ذات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی جگہ تو تیری ذات صاف ظاہر ہوتی ہے، لیکن کسی جگہ تیری ذات چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ بعض معاملات میں انسانی عقل تجھے پالینے میں کامیاب ہوجاتی ہے اور تیری معرفت حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن بعض جگہوں پر انسانی عقل محدود ہونے کے باعث تجھے پانے میں ناکام رہتی ہے، مگر تیری ذات وہاں پر بھی بہر حال موجود ہوتی ہے۔

(ب) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے: (9,1)

یہ آرزو تھی، تجھے گل کے روبرو کرتے — ہم اور بلبلِ بے تاب، گفتگو کرتے
پیام بر نہ میسر ہُوا تو خُوب ہُوا — زبانِ غیر سے کیا شرحِ آرزو کرتے
ہمیشہ میں نے گریباں کو چاک چاک کیا — تمام عمر رفوگر رہے، رفو کرتے

جواب: شاعر کا نام: حیدر علی آتشؔ

شعر نمبر-1

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ بلبل پھول کی عاشق ہے اور میں اپنے محبوب کا شیدائی ہوں۔ اسے اس پر فخر ہے کہ پھول بہت حسین ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میرا محبوب پھول سے زیادہ حسین ہے۔ اس لیے آتشؔ کہتے ہیں کہ میری یہ تمنا تھی کہ مجھے کبھی یہ موقع مل جاتا کہ میں محبوب کو پھول کے روبرو بٹھاتا اور پھر اُس کے حسن کے بارے میں بلبل سے گفتگو کرتا۔ اسے کہتا کہ دیکھ تیرا محبوب زیادہ حسین ہے یا میرا۔ مجھے یقین ہے کہ فیصلہ ہوجاتا اور بلبل ہی تیرے حسن کو تسلیم نہ کرتی، بلکہ پھول بھی شرمسار ہوتا کہ وہ خواہ مخواہ حسن کا علمبردار بنا ہوا ہے۔

شعر نمبر-2

تشریح:

شاعر اپنے اور محبوب کے درمیان کسی تیسرے آدمی کو دیکھنے کا روادار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ

قاصد کے نہ ملنے پر اظہارِ تاسف کے بجائے اطمینان ظاہر کرتا ہے اور توضیح یہ پیش کرتا ہے کہ زبانِ غیر سے ''شرحِ آرزو'' ممکن نہیں۔

شاعر کہتا ہے کہ اگر پیامبر میسر نہیں آیا تو یہ اچھی بات ہے' کیونکہ دوسرے کی زبان بھلا میرے دل کے جذبات اور ذہن کے خیالات کی ترجمانی کیسے کرتی۔

دل کی گہرائیوں سے اُٹھنے والی آرزو کا اظہار بعض اوقات الفاظ کا محتاج بھی نہیں ہوتا' بلکہ جسمانی حالت اور نظری ابلاغ یہ مقصد پورا کر دیتے ہیں۔

شعر نمبر-3

تشریح:

عاشق اپنے محبوب کے فراق میں آہیں بھرتا اور بے تابی اور بے کلی کا اظہار کرتا ہے۔ محبوب کی بے نیازی اور بے رخی جتنی بڑھتی ہے' عاشق کی بے تابی اتنی ہی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس پر جنوں کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ گریباں چاک کر کے سوئے دشت نکل کھڑا ہوتا ہے۔ آتش بھی اس کیفیت کا اظہار کر رہے ہیں کہ مجھے عمر بھر محبوب کے فراق نے چین سے رہنے نہ دیا اور میں جنوں میں گریباں چاک کرتا رہا اور میرے چاہنے والے اور ہمدرد مجھے حوصلہ دیتے رہے اور دلِ بے تاب کی بے تابی کو ختم کرنے کی کوشش کرتے رہے' لیکن ظاہر ہے اس چاک کی بخیہ گری ممکن نہیں۔

مرزا غالبؔ نے عشاق کی اسی جنونی کیفیت کے پیشِ نظر دکھ کا اظہار کیا تھا:-

حیف اُس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالبؔ
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

(حصہ دوم)

سوال 3:- سیاق وسباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجیے۔ مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی تحریر کیجیے: (10,3,1,1)

(الف) ''شام کے وقت حضرت قمر اپنی پھٹی پرانی اچکن' سڑے ہوئے جوتے اور بے تکی سی ٹوپی پہنے گھر سے نکلے تو گنوار اُچکے سے معلوم ہوتے تھے۔ ڈیل ڈول اور چہرے مہرے کے آدمی

ہوتے تو اس ٹھاٹھ میں بھی ایک شان ہوتی۔ فربہی بجائے خود بارعب شے ہے مگر ادبی خدمت اور فربہی میں خدا واسطے کا بیر ہے۔ اگر کوئی ادیب موٹا تازہ ہے تو سمجھ لیجیے کہ اس میں سوز نہیں، لوچ نہیں، دل نہیں۔ پھر بھی اکڑے جاتے تھے۔ ایک ایک عضو سے غرور ٹپکتا تھا۔"

حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: ادیب کی عزت مصنف کا نام: پریم چند

سیاق وسباق:

یہ اقتباس پریم چند کے افسانے "ادیب کی عزت" کے وسط سے لیا گیا ہے۔ زیرِ تشریح سطور سے قبل بتایا گیا ہے کہ راجا صاحب کی دعوت نے حضرت قمر پر نشہ طاری کر رکھا تھا۔ اس دعوت میں شریک ہونے کے لیے ان کے پاس موزوں لباس تک نہیں تھا۔ ان کی بیوی سکینہ نے پھٹے حالوں تقریب میں جانے سے منع کیا۔ نہ مانے تو چراغ جلنے پر جانے کا مشورہ دیا تا کہ لباس کی بوسیدگی کا راز فاش نہ ہو، لیکن وہ کسی طرح نہ مانے۔ اقتباس کے بعد بتایا گیا ہے کہ پہلے تو دکانداروں سے آنکھ بچا کر نکلتے تھے، لیکن آج گردن اٹھائے احساسِ تفاخر لیے اکڑے جا رہے تھے، کیونکہ انھیں راجہ صاحب جیسے بڑے آدمی کے ہاں تقریب میں شریک ہونا تھا۔

تشریح:

شام کے وقت حضرت قمر گھر سے نکلے تو انھوں نے پھٹی پرانی اچکن اور فضول سی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ پاؤں میں بوسیدہ اور خراب جوتے تھے اور شکل وصورت سے جاہل اٹھائی گیرے معلوم ہوتے تھے۔ خوب صورت جسم اور چہرے والے ہوتے تو اس انداز میں بھی شان نظر آتی۔ مصنف کے کہنے کا مطلب ہے کہ انسان کا جسم کمزور اور لاغر ہو نیز لباس بھی ناموزوں ہو تو دیکھنے والے کو برا تاثر ملتا ہے۔ اس کے برعکس موٹاپا انسان کو بارعب بنا دیتا ہے، مگر ادبی خدمت اور فربہی یعنی تنومندی کے درمیان ناحق اور بے جا سی عداوت ہے۔ مصنف کہنا یہ چاہتا ہے کہ فربہی خوشحالی کی دین ہے جبکہ ادبی کام کرنے والوں کو غربت کے باعث دو وقت کی روٹی بہ مشکل نصیب ہوتی ہے۔ اگر کوئی ادیب موٹا

تازہ ہے تو اس کے اندر نرمی و نزاکت اور درد دل نام کی کوئی چیز نہ ہوگی۔ اس کا یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ کسی موٹے تازے خوش حال ادیب کی تحریروں میں درد و سوز اور نرمی و نزاکت جیسے عناصر ناپید ہوں گے۔

اس عبارت میں پریم چند نے انسانی شخصیت کے ظاہر و باطنی اوصاف بیان کیے ہیں۔ عمدہ لباس، صحت مند وجود اور خوش مزاجی ایسی خوبیاں ہیں جو آدمی کو دوسروں کی نظر میں باوقار بناتی ہیں، مگر یہ سب کچھ مشروط ہے۔ خوش حالی سے ذہنی و جسمانی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ تب آدمی لباس و خوراک پر توجہ دیتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کا جسم پھولتا پھلتا اور توانا ہوتا ہے، مگر جب پے اور ترس اہلِ قلم (ادیبوں، شاعروں) کو یہ دنیاوی نعمتیں میسر نہیں ہوتیں، اس لیے نہ ان کا لباس درست ہوتا ہے اور نہ جسمانی طور پر صحت مند ہوتے ہیں۔ قمر صاحب جو سراپا شعر و ادب تھے اسی طرح کے سچے فنکار تھے جن کے میلے لباس، بوسیدہ جوتے اور کمزور بدن کی ظاہردار لوگوں کی نظر میں کوئی حیثیت حاصل نہ تھی، مگر وہ انسانی دردمندی اور فکری بلندی میں اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے۔

(ب) ”بہم رسانی آب کے لیے ایک اسکیم عرصے سے کمیٹی کے زیرِ غور ہے۔ یہ اسکیم نظام سقّے کے وقت سے چلی آتی ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ نظام سقّے کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے اہم مسودات بعض تو تلف ہو چکے ہیں اور جو باقی ہیں ان کے پڑھنے میں بہت دِقت پیش آ رہی ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ تحقیق و تدقیق میں ابھی چند سال اور لگ جائیں۔ عارضی طور پر پانی کا یہ انتظام کیا گیا ہے کہ فی الحال بارش کے پانی کو حتی الوسع شہر سے باہر نکلنے نہیں دیتے۔“

جواب: حوالۂ متن:

سبق کا عنوان: لاہور کا جغرافیہ　　**مصنف کا نام:** پروفیسر احمد شاہ بخاری پطرس

سیاق و سباق:

یہ پیراگراف پروفیسر احمد شاہ بخاری پطرس کے مزاحیہ مضمون ”لاہور کا جغرافیہ“ سے لیا گیا ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے اہلِ لاہور کے درپیش مسائل کو بڑے مزاحیہ اور طنزیہ انداز میں

بیان کیا ہے۔ان مسائل کو مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا ہے۔مثلاً اہل لاہور کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان میں ماحول' آب رسانی' آمدورفت اور سیوریج کے پانی کی نکاسی جیسے مسائل ہیں اور یہ وہ مسائل ہیں جن کی طرف توجہ دیے جانے کے باوجود یہ حل ہوتے نظر نہیں آتے۔

تشریح:

تشریح طلب پیرے میں پطرس بخاری نے لاہور کی میونسپلٹی کمیٹی پر سخت تنقید کی ہے کہ اس کی کارکردگی نہایت ناقص ہے۔دیگر خرابیوں کے علاوہ مصنف نے اس اقتباس میں لاہوریوں کو وافر پانی مہیا کرنے کی ایک اسکیم کا ذکر کیا ہے۔یہ اسکیم نظام سقے کے وقت سے چل رہی ہے۔نظام سقے نے لاہور کو پانی دینے کے لیے ایک اسکیم تیار کی تھی جس کے کاغذات اتنے قدیم ہو چکے ہیں کہ پڑھے نہیں جا رہے' ممکن ہے کہ ان کو سمجھنے میں چند سال اور لگ جائیں۔فی الحال بلدیہ نے یہ انتظام کیا ہے کہ بارش کے پانی کو ہر ممکن طریقے سے باہر نہ نکلنے دیا جائے تاکہ اس سے ایک طرف تو لوگ پانی کی قلت کے مسئلے پر قابو پا سکیں گے اور دوسری طرف مچھلیاں پال کر گوشت کی قلت کا مسئلہ حل ہو۔

سوال :4- کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی لکھیے: **(9,1)**

(الف) چراغ کی لو (ب) دوستی کا پھل

جواب: (الف) چراغ کی لو

مصنفہ کا نام: ہاجرہ مسرور

خلاصہ:

ہاجرہ مسرور کا یہ افسانہ معاشرے کے معاشی تضاد کو واضح کرتا ہے۔اس افسانے میں غربت و افلاس اور امارات کے درمیان خلیج حائل ہے' جس کی خوبصورت عکاسی کی گئی ہے۔

پیش کردہ واقعات کے مطابق ایک نوعمر لڑکی (اچھن) اندھیرے کمرے میں لیٹی ہوئی خوفزدہ ہو رہی تھی۔اسے اپنے باپ کا انتظار تھا' جو کام سے واپس آ کر نا جانے کہاں چلا گیا تھا۔سفید کپڑوں میں ملبوس ڈھانچوں کو سارے گھر میں ادھر ادھر پھرتے دیکھتی تو اس کا دل خوف سے لرز جاتا۔یوں

لگتا تھا جیسے کچھ دنوں سے جسم کے ساتھ ساتھ اس کا دماغ بھی کمزور ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ اس کا باپ گھر آ گیا ہے۔ اس نے اندھیرا دیکھ کر پوچھا کہ چراغ کیوں نہیں جلایا۔ بیٹی نے دیا سلائی نہ ہونے کا عذر پیش کیا۔ باپ نے جیب سے دیا سلائی نکال کر ایک بیڑی سلگائی تو اس ننھی سی روشنی میں اس کا چہرہ انتہائی خوفناک نظر آیا۔ باپ نے بیٹی کا حال دریافت کیا تو اس نے بیڑی نہ پینے کی التجا کی، لیکن اس نے اچھن کو ڈانٹ دیا۔ پھر باپ نے جب اچھن کی طرف دیکھا تو اس کا دل ڈوب گیا۔ دو سال پہلے اس کی ماں بھی اسی طرح بستر پر پڑی ہوئی تھی اور پھر وہ زندگی کے بندھن سے چھوٹ گئی۔ اچھن کے باپ نے کفن خریدنے کے لیے دوستوں سے قرض لینے کی بڑی کوشش کی، لیکن وہ بھی غریب لوگ تھے، لہٰذا اس کی کچھ مدد نہ کر سکے۔ آخر اس کے مالک نے اسے (25) روپے دیے اور کہا یہ نیک کام ہے اور رقم واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ماں کے مرنے کے بعد اب اچھن کی بھی حالت روز بروز بگڑتی جا رہی تھی۔ خیراتی ہسپتال کی دوائیاں فائدے کی بجائے الٹا نقصان پہنچاتی تھیں۔ اچھن کے باپ نے بھی سوچا کہ مالک سے تنخواہ بڑھانے کی بات کرے، لیکن مالک نے پہلے ہی کہنا شروع کر دیا کہ تم اب بوڑھے ہو چکے ہو اس لیے تمھیں اب یہ کام چھوڑ دینا چاہیے۔ اس کی نظر ایک بار پھر اچھن کی طرف گئی تو بیٹی نے حسرت بھرے لہجے سے باپ سے سوال کیا کہ میں چراغ کی لو کو تھوڑا سا بڑھا دوں، لیکن باپ نے ڈانٹ کر بتایا کہ تیل کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ وہ پریشانی کے عالم میں چارپائی پر لڑھک گئی۔ اس کا دل زور زور سے رونے کو چاہا، لیکن آنسوؤں کا ذخیرہ تو حلق میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

(ب) دوستی کا پھل

جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2015ء (پہلا گروپ)، سوال نمبر 4 (ب)۔

سوال :5- حفیظ جالندھری کی نظم "ہلالِ استقلال" کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ (5)

جواب : جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ)، سوال نمبر 5۔

سوال: 6- بے روزگاری کے موضوع پر دو دوستوں کے درمیان مکالمہ تحریر کیجیے۔ **(10)**

جواب: جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2016ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 6۔

(یا) اپنے کالج میں "یومِ اقبال" کے حوالے سے ہونے والی تقریب کی رُوداد تحریر کیجیے۔

جواب: جواب کے لیے دیکھیے پرچہ 2015ء (دوسرا گروپ)' سوال نمبر 6(یا)۔

سوال: 7- موٹر سائیکل چوری ہونے کی رپورٹ تھانے میں درج کرانے کی درخواست تحریر کیجیے۔ **(10)**

جواب: بخدمت جناب ایس ایچ او تھانہ سول لائن

شہر ا۔ب۔ج

عنوان: <u>درخواست برائے اندراج رپورٹ گمشدگی موٹر سائیکل</u>

جنابِ عالی!

مؤدبانہ گزارش ہے کہ میں گورنمنٹ اسلامیہ کالج ۔۔۔۔ میں پری میڈیکل سال اوّل کا طالب علم ہوں۔ میرا گھر میرے کالج سے چار (4) کلومیٹر دور ہے۔ میں روزانہ بذریعہ موٹر سائیکل کالج آتا جاتا ہوں۔

کل مورخہ 09-3-2017 چھٹی کے بعد میں ایک نصابی کتاب خریدنے کے لیے ایک کتب فروش کی دکان پر گیا۔ میں اُس کی دکان کے باہر موٹر سائیکل کھڑی کر کے اندر چلا گیا۔ چند منٹ بعد واپس آیا تو میری موٹر سائیکل وہاں موجود نہ تھی۔ میں نے موجود افراد اور دکانداروں سے پوچھ گچھ کی' لیکن سب نے لاعلمی کا اظہار کیا' اس سے مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ میری موٹر سائیکل چوری ہو گئی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ قانونی کارروائی عمل میں لاتے ہوئے نامعلوم موٹر سائیکل چور کے خلاف پرچہ درج کریں۔ تاکہ موٹر سائیکل جلد از جلد بازیاب ہو سکے۔

عین نوازش ہوگی!

العارض

دستخط

رول نمبر (ا۔ب۔ج)

مورخہ 10 مارچ 2017ء

سوال:8- درج ذیل عبارت کی تلخیص کیجیے اور مناسب عنوان بھی تحریر کیجیے: (8,2)

پاکستان کے قیام سے نہ صرف ہندوستان کے برِعظیم اور ایشیا میں بلکہ ساری اسلامی دنیا میں ایک ایسا قوت آفریں تغیر رونما ہو گیا ہے جس کے غیر معمولی نتائج کا دنیا ابھی صحیح طور پر اندازہ نہیں کر سکتی۔ ادھر یہ امر پاکستان کی ملتِ اسلامیہ پر روز بروز واضح ہو رہا ہے کہ اگر اسے اپنی اور دنیا کی طرف اپنا اسلامی اور انسانی فرض ادا کرنا ہے تو پاکستان کی حکومت لازمی طور پر اسلامی جمہوریت کے ترقی پرور اصولوں پر قائم ہوگی۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں سے مساوی سلوک کیا جائے گا۔ جس میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کے لیے جگہ نہ ہوگی بلکہ جس میں غریبوں اور کارکنوں کا خاص طور پر خیال رکھا جائے گا، جس میں عورت کے حقوق اور اس کی شخصیت محفوظ ہوگی، جس میں دولت اِدھر تمام لوگوں میں مناسب طور پر تقسیم ہو کر اور اُدھر بیت المال میں جمع ہو کر عوام الناس کا معیارِ زندگی بڑھانے کے کام آئے گی۔

جواب: عنوان: پاکستان میں حکومت کا اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر قیام

تلخیص:

قیامِ پاکستان سے دنیا میں طاقت کا ایسا تغیر رونما ہوا جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پاکستان کی ملتِ اسلامیہ پر واضح ہو گیا کہ اگر اس نے اپنے اسلامی اور انسانی فرض کی ادائیگی کرنی ہے تو حکومت اسلامی جمہوریت کے اصولوں پر قائم ہوگی جس میں تمام لوگوں سے مساوی سلوک ہوگا، سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ ہوگا، دولت کی مساویانہ تقسیم ہوگی اور لوگوں کا معیارِ زندگی بلند کیا جائے گا۔